آسمانِ رسالت ہدایت کے نجوم ہو آب کا زرین سلسلہ - ۵

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلَام

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسب ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ھذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ھذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ھذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : ازواجِ مطہرات

کاوش : طلبہ جامعہ ڈابھیل

زیرِ سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

صفحات : ۴۸۰

سنِ اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/اپریل ۲۰۱۸ء

ناشر : شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

۱۰

اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنتِ حیی رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : صفیہ بنت حیی
کنیت : ام یحییٰ قبیلہ: بنونضیر
ولادت : ہجرت سے دس سال قبل مدینہ میں ہوئی۔
پہلا نکاح : سلام بن مکشم سے ہوا۔
دوسرا نکاح : کنانہ بن ربیع بن آبی الحقیق سے ہوا۔
قبولِ اسلام : ۷ھ میں حضور ﷺ کی دعوت پر آپ نے اسلام قبول کیا۔
حضور سے نکاح: محرم ۷ھ میں مقام الصہبا میں ہوا۔
مہر : بہ قول ثابت بنانی آزادی ہی بہ طور مہر طے پائی۔
حج بیت اللہ : ۱۰ھ میں آپ ﷺ کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئی۔
مرویات : ۱۰یا۱۱ احادیث
وفات : مشہور قول کے مطابق رمضان المبارک ۵۰ھ
نمازِ جنازہ : حضرت سعید بن العاصؓ نے پڑھائی اور ایک قول کے مطابق امیر معاویہؓ نے پڑھائی۔
مدفن : جنت البقیع۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنتِ حیی رضی اللہ عنہا

انور الاسلام مفید الاسلام مہتر کیسری

اس کرۂ ارض پر سب سے معزز ترین مقدس ہستیاں انبیائے کرام ہیں، ان میں بھی سب سے افضل واعلیٰ سرتاجِ انبیا محبوبِ کبریا فخرِ کون ومکاں، سردارِ دو جہاں، باعثِ تخلیقِ ارض وسما، احمدِ مرتضیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے، جن سے نبوت کے سلسلۂ مبارکہ کا تکملہ ہوا، جو قیامت تک آنے والے ہر شخص کے لیے اسوہ اور نمونہ قرار پایا، جن کی ذات گرامی ساری دنیا کے لیے رحمت بن کے آئی تھی، خدا فراموشی اور شرک وکفر کے ظلمت کدوں کے لیے روشنی کا پیغام تھی، کائنات کی ساری خوبیاں جن کے کاسے میں سمودی گئی، جن کے زمان ومکان اور جن کے جسم منور کی خلاقِ اعظم نے قسم کھائی، جن کے تمام اقوال و افعال قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں، جنھوں نے اپنی جان توڑ محنت، شب وروز کے مجاہدے، دن کے اجالے میں تبلیغی سرگرمی اور رات کی تاریکیوں میں گریہ وزاری کے ذریعے ایک ایسی جماعت تیار کی تھی، جنھوں نے نبوی پیغام کو اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ایک ایک قول وعمل کو کائنات کے گوشے گوشے میں عام کردیا۔

ایک عام انسان کی طرح آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بھی دو پہلو ہیں: ایک بیرونی زندگی اور دوسری اندرونی زندگی جس کو"خانگی زندگی" بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی بیرونی زندگی کو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذریعہ پھیلایا تو خانگی زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے "امہات المؤمنین" کے ایک مبارک گروہ کا انتخاب کیا، جن کی حیات وخدمات امتِ مسلمہ کے لیے تا صبح

قیامت مشعلِ راہ قرار پائی۔

اسی خوش قسمت اور سعادت مند طبقے کی ایک فردِ فرید اُم المومنین سیدہ صفیہ بنت حییؓ کی ذات بابرکت ہے، راقم الحروف ان ہی کے حالاتِ زندگی ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر امتِ مسلمہ کے لیے ذریعۂ نجات اور راقم کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

نام ونسب

سیدہ صفیہ کا اصل نام بقول زرقانی ''زینب'' تھا۔

چونکہ وہ غزوۂ خیبر میں قیدی کی حیثیت سے آئی تھیں اور آں حضرت ؐ نے ان کو اپنے لیے منتخب کر لیا تھا اور جس چیز کا امیر وقت یا بادشاہ اپنے لیے انتخاب کر لے اس کو اہلِ عرب ''صفی یا صفیہ'' کہتے ہیں، اس لیے آپ کا نام ''صفیہ'' پڑ گیا اور پھر آپؓ اسی نام سے مشہور ہو گئیں۔ (امہات المومنین: ۱۲۸، سیر الصحابیات: ۹۰)

ابن زبالہ نے المنتخب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدہ صفیہ کا اصل نام ''حبیبہ'' تھا، لیکن چوں کہ جنگِ خیبر میں وہ آپ ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں؛ اس لیے ان کا نام ''صفیہ'' مشہور ہو گیا۔ (پیغمبر اسلام اور اہلِ بیت: ۳۳۳، ۱۰۰ بڑی زاہد خواتین اور ان کی سردار فاطمہ بنت محمد ﷺ: ۱۳۳)

ایک اور روایت کے مطابق آپؓ کا اصلی نام ہی ''صفیہ'' تھا۔

''اسد الغابہ'' میں آپؓ کا سلسلۂ نسب اس طرح مذکور ہے: ''صفیہ بنتِ حیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن نجام بن مینخوم''۔

آپؓ کا نسب بنی اسرائیل کے معزز نبی سیدنا ہارونؑ سے جا ملتا ہے جو اولو العزم پیغمبر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔

حافظ ابنِ حجرؒ کے بیان کے مطابق آپؓ کی کنیت ''امِ یحییٰ'' تھی۔ (پیغمبر اسلام اور اہل بیت: ۳۳۳، ۱۱۰ بڑی زاہد خواتین اور ان کی سردار فاطمہ بنت محمد ﷺ: ۱۳۳)

آپؓ کی ماں کا نام برّہ یا ضرّہ بنت سموئیل (سَمَوْاَل) تھا۔ سموئیل پورے عرب میں اپنی شجاعت اور دلیری کی بنا پر مشہور و معروف تھا، یہ مدینہ میں آباد یہودی قبیلہ بنو قریظہ کا سردار بھی تھا۔

سیدہ صفیہ کا باپ حیی بن اخطب قبیلۂ بنونظیر کا سردار تھا، اس کی حد سے زیادہ قدر و منزلت کی جاتی تھی، پورا قبیلہ اس کی سرداری و وجاہت کے آگے سرنگوں رہتا تھا۔ حیی بن اخطب اپنے قبیلہ کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ تورات کا ایک متبحر عالم بھی تھا، سیادت، علمی وجاہت اور خاندانِ نبوت کے ساتھ نسبت کی بنا پر عرب کے تمام یہودیوں میں اسے ایک اہم اور منفرد مقام حاصل تھا۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۵۳، تذکار صحابیات: ۹۷)

مذکورہ بالا سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ صفیہؓ کے دادا اور نانا دونوں خاندانی اعتبار سے اونچا اور بلند مقام رکھتے تھے، اپنی اپنی قوم کے سردار مانے جاتے تھے، اور بنی اسرائیل کے تمام عرب قبائل کے مقابلہ میں ان کو ایک امتیازی شان اور اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

ولادت

اہلِ سیر نے سیدہ صفیہؓ کی ولادت باسعادت کے بارے میں مستقل کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی ولادت باسعادت ہجرت سے دس سال قبل سنہ ۳ نبوی میں یثرب (مدینہ) کے قبیلہ بنونظیر میں ہوئی، جن کو مدینہ میں آباد یہودیوں کے دو اور قبیلے بنوقریظہ اور بنوقینقاع کے مقابلے میں ہر لحاظ سے برتری حاصل تھی۔ اس طرح آپؓ نے جس گھرانے میں جنم لیا وہ عزّت و شرافت، سیادت و نجابت، زعامت و سرداری کا گہوارہ تھا، مال و دولت کی بھی فراوانی تھی؛ اس لیے آپ کا نشو و نما اور پرورش و پرداخت پورے ناز و نعم اور عیش و عشرت کے ساتھ ہوئی۔ (امہات المومنین: ۱۳۰)

مدینہ میں آباد یہودی قبائل

واقعۂ ہجرت کے وقت مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے: (۱) بنوقینقاع

(۲) بنو نظیر (۳) بنو قریظہ۔ ان کی مالی اور اقتصادی حالت مدینہ کے دوسرے قبائل کے مقابلہ میں بڑی مستحکم تھی، دفاعی اور عسکری لحاظ سے بھی انہیں برتری حاصل تھی، جنگی ساز وسامان کی بھی ان کے پاس فراوانی تھی۔

جب سرورِ دوعالم ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے معاشرتی امور کو منظم کرنا شروع کر دیا، آپ ﷺ کی تمنا تھی کہ پورے معاشرے کی بنیاد عدل و انصاف، مساوات و برابری اور آپسی تعاون و بھائی چارگی پر قائم ہو۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ایک بالغ النظر مصلح اور داعی کی حیثیت سے ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینے میں خصوصی شفقت وعنایت سے کام لیا، ان کی عزت افزائی کی، پھر آپ ﷺ نے خیر خواہ اور دور اندیش مدبّر ہونے کی حیثیت سے مدینہ کے تمام قبائل کو امن وسلامتی کیا جتماعی معاہدے میں شریک کر کے ایک نئی اسلامی فلاحی مملکت کی بنیاد رکھی، اس معاہدے میں تمام یہودیوں کو بھی شریک کیا، انہیں جان و مال کا تحفظ دیا اور ان کی مذہبی آزادی تسلیم کی۔ اس معاہدے کی رو سے رضا کارانہ طور پر انہیں اس امر کا پابند کیا گیا کہ سب آپس میں امن کے ساتھ مل جل کر رہیں گے، اور اس نئی ریاست پر بیرونی حملے کی صورت میں سب متحد ہو کر اس کا دفاع کریں گے۔

مدینہ سے یہودیوں کی جلاوطنی

رسول اللہ ﷺ کے اس ہمدردانہ، فیاضانہ اور مشفقانہ سلوک کے باوجود یہود اپنے فطری طرزِ عمل پر باقی رہے، اور ان کی معاندانہ روش بدستور جاری رہی، بدر کے میدان میں فتح وکامرانی ان کی آتش حسد کو مزید بھڑکانے کا موجب بن گئی، ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے، آہوں میں نفرتوں کا کالا دھواں اور انتقام کی آگ روشن ہوئی، دلوں میں عداوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور دماغ میں انتقام کی بجلیاں کوندنے لگیں، بغض وحسد کی اس آگ نے ان کی سمجھ بوجھ اور ان کی ہوش مندی اور دانش مندی کی تمام صلاحیتوں کو

خاکستر کر کے رکھ دیا، جنون اور دیوانگی کی حالت میں وہ اوچھے اور کمینے ہتھیاروں پر اتر آئے، اور امن وسلامتی اور بقائے باہمی کے معاہدے کی دھجیاں بکھیر نے لگے۔

اس کا اندازہ اس روایت سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے جس کو سیرت ابنِ ہشام، دلائل النبوۃ للبیھقی اور دلائل النبوۃ للاصبھانی میں اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: میرے ابا اور چچا ابو یاسر کو میرے ساتھ بہت پیار تھا، ہم مدینہ میں رہائش پذیر تھے، جس روز حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور بنو عمرو بن عوف کی وادی قبا میں پڑاو ڈالا تو آپ ﷺ کی آمد کا شہرہ سن کر یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، انہوں نے سارا دن آپ ﷺ کے ساتھ گزارا، مختلف سوالات کرتے رہے، اور آپ ﷺ کے حسنِ سلوک اور آپ ﷺ کی حرکات وسکنات کا بہ چشم خود مشاہدہ کرتے رہے اور آپ ﷺ کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتے رہے۔ لیکن جب واپس گھر آئے تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ ان کے چہروں پر تھکاوٹ، اکتاہٹ اور مایوسی کے آثار نمایاں تھے، انہوں نے خلافِ معمول میری طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی، حالانکہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ ان کے مابین درج ذیل گفتگو ہوئی:

چچا: کیا محمد واقعی وہی نبی ہے جس کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے؟

ابا: ہاں! بہ خدا یہ تو واقعی وہی ہے۔

چچا: تم اچھی طرح جانتے ہو؟

ابا: ہاں! یہ وہی ہے۔

چچا: تمہارے دل میں اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ابا: میں زندگی بھر اس سے عداوت کا رویہ اختیار کیے رہوں گا۔ (صحابیات مبشرات ۱۵۸)

ان قبائل میں سب سے پہلے بنو قینقاع اپنی غداری اور عہد شکنی کی پاداش میں جلاوطن ہوئے، اس کے بعد ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سیدہ صفیہؓ کے قبیلہ بنو نظیر

نے بھی بغاوت اور سرکشی کا علم بلند کیا اور خدا کے غضب کے مستحق ہوئے۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سید المرسلین ﷺ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے علاقہ میں تشریف لے گئے؛ تا کہ ایک مسلمان شہید کے خون بہا کے سلسلہ میں ان سے کچھ بات چیت کی جائے، جب وہاں حضور ﷺ پہنچے تو انہوں نے اندر ہی اندر انتہائی گھناؤنی سازش رچی کہ حضور ﷺ جس مکان کے سائے میں تشریف فرما ہیں، اس کی چھت سے آپ ﷺ پر ایک بڑا پتھر گرا کر نعوذ باللہ آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے، مگر فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

قبل اس کے کہ وہ لوگ اپنے اس ارادۂ بد اور ناپاک سازش پر عمل پیرا ہوتے، کشافِ غیب نے اس راز کو طشت از بام کر دیا، جیسے ہی آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی آپ ﷺ فوراً وہاں سے اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے گویا کسی ضرورت سے جانا ہوا اور وہاں سے سیدھے مدینہ تشریف لے گئے۔ اب ان کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کا کوئی سوال باقی نہیں رہا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ توریت اور عام اصول کے تحت ان کی گردنیں اڑانے سے کمتر کوئی سزا تجویز نہ کی جاتی؛ مگر نبیِ آخر الزماں ﷺ نے اس وقت بھی ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمایا اور یہ الٹی میٹم بھیجا کہ: تم نے جو غداری اور عہد شکنی کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر مجھ تک پہنچا دی ہے، لہٰذا اس عہد شکنی کی وجہ سے دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد بھی اگر تم یہاں ٹھہرے رہے تو جو شخص بھی پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

چناں چہ انہوں نے مدینہ سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا، لیکن منافقوں کے سردار، عیار و مکار عبداللہ بن اُبَی بن سلول نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ان کو پیغام بھیجا کہ: تم ڈٹ کر رہو اور اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑو، میں اپنے دو ہزار ساتھیوں کو تمہاری مدد کے لیے بھیجوں گا اور بنو قریظہ اور بنو غطفان کو بھی تمہاری مدد کے لیے آمادہ کروں گا۔

اس جھوٹے وعدہ پر انہوں نے آں حضرت ﷺ کو جواب میں کہلوا بھیجا: "انا لا نخرج دیارنا فاصنع مابدا لك" ترجمہ: ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے، آپ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجیے۔

بس! اب کیا تھا! اس متکبرانہ جواب کے ملنے پر حضور انور ﷺ نے ربیع الاول ۴ھ میں ان کا محاصرہ کر لیا، صرف چند دن کے محاصرہ سے ان کے قدم لڑکھڑا گئے، اور وہ اس شرط کے ساتھ شہر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان وہ اپنی سواری میں لاد کر لے جا سکیں گے لے جائیں گے، سردار قبیلہ حیی بن اخطب نے یہ بھی عہد کیا کہ آئندہ وہ نہ بذاتِ خود اسلام کی مخالفت میں آئے گا اور نہ کسی اور طاقت کو اسلام کی مخالفت پر ابھارے گا۔ ان فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے جلاوطن ہونے والوں میں اس کا خاندان، ماں، باپ اور سیدہ صفیہ بھی تھیں۔ اس ان کی وقت چودہ سال تھی۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۶۴-۱۶۵)

بنونظیر خیبر میں

بنونظیر والے مدینہ سے جلاوطن ہو کر کچھ تو جنوبی شام کے "جرش" نامی علاقہ میں پناہ گزیں ہوئے، اور مابقیہ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ حیی بن اخطب بھی اپنے خاندان کے ساتھ خیبر میں جا بسا۔ خیبر مدینہ سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر شمالی مغرب میں نہایت خوبصورت اور زرخیز مقام ہے، یہودیوں نے اسے اپنا مرکز بنا رکھا تھا، اور بہت سارے مستحکم قلعے یہاں تعمیر کر رکھے تھے۔ اہلِ خیبر نے اس قبیلے کا والہانہ استقبال کیا اور ان کے سردار حیی بن اخطب کو دل وجان سے اپنا سردار تسلیم کر لیا، اس لیے کہ اس کا تعلق خاندانِ نبوت سے تھا۔ اس قبیلہ کے یہاں آباد ہو جانے کے بعد یہ مقام پورے عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔

اس کے بعد مدینہ میں یہودیوں کا ایک ہی قبیلہ بنو قریظہ باقی رہا، سابقہ دو قبیلہ والوں کا انجام ان کے لیے سبق آموز بھی تھا اور عبرتناک بھی، لیکن یہ لوگ اپنی عادت کے

مطابق اپنی روش پر باقی رہے، چنانچہ انہوں نے غزوۂ احزاب کے موقع پر غداری کی جس کی پاداش میں ان کے تمام مرد قتل کر دیے گئے، عورتوں اور بچوں کو باندی غلام بنالیا گیا، پھر نجد اور ملکِ شام کے علاقوں میں لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ (امہات المومنین: ۱۳۶)

سیدہ صفیہؓ کا پہلا نکاح

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت صفیہؓ کی پہلی شادی عرب کے مشہور و معروف شاعر اور نامور شہسوار سلاّم بن مشکم سے ہوئی، اُس وقت آپؓ کی عمر تقریباً چودہ برس تھی، ان دونوں میں نبھ نہ سکی جس کی وجہ سے طلاق واقع ہوگئی۔

دوسرا نکاح

اس کے بعد حیی بن اخطب نے آپؓ کا نکاح بنوقریظہ کے ایک نامور سردار کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیقؒ سے کر دیا جو تاجرِ حجاز اور خیبر کے رئیس ابورافع کا بھتیجا تھا، اور کنانہ خود بھی کوئی کم مرتبہ نہیں رکھتا تھا؛ وہ ایک چوٹی کا شاعر اور خیبر کے مشہور اور مظبوط قلعہ "القموص" کا سردار تھا، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہیں سکونت پذیر تھا، ان دونوں شوہروں سے آپؓ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۲۵۶، ازواج مطہرات حیات وخدمات: ۱۸۵)

جنگِ خیبر

جب ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ واپس لوٹے تو پورے عرب میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ہے، کمزور پڑ گئے ہیں، اور اب ان کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں۔ چنانچہ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول فوراً خیبر پہنچا، اور یہودیوں کو بھڑکانے، اکسانے اور برانگیختہ کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے ہیں اور ان میں کمزوری پیدا ہوگئی ہیں، اس لیے اس نازک موقع کو بالکل

ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے اور موقع غنیمت سمجھ کر ان پر جان توڑ حملہ کر دیا جائے۔

ویسے بھی یہ لوگ یہیں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے، ان کا ارادہ مدینہ پر قبضہ کر کے اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا تھا۔

چنانچہ اسی مقصد کے لیے وہ طویل مدت سے لشکر و آلاتِ حرب و ضرب مہیا کر رہے تھے اور انہوں نے عرب کے دو بڑے قبیلوں: بنو غطفان اور بنو اسد کو بھی مدد کے لیے نصف نخلستانِ مدینہ کے وعدہ پر اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا۔ (سیر الصحابیات: ۹۸)

جب نبیٔ کریم ﷺ کو ان کی تیاریوں کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے یہودیوں کی مکاریوں اور سازشوں کا قلع قمع کرنے کے ارادہ سے ۷ھ میں اپنے چودہ سو جاں نثار و وفا شعار صحابہؓ کے ہمراہ خیبر کا رخ کیا۔ مسلمانوں کا یہ لشکرِ جرار اپنے سربراہِ اعظم ﷺ کی قیادت میں طوفانِ باد بن کر راتوں رات خیبر کے قریب خیمہ زن ہوا۔

صبح سویرے جب اہلِ خیبر اپنے کام کاج کے لیے باہر نکلے تو اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمان اتنی جلدی آ دھمکیں گے۔ یہ بھیانک صورتِ حال دیکھ کر خیبر کے یہودی گھبرا اٹھے اور سرپٹ اپنے گھروں کی طرف بھاگ نکلے، کھلے میدان میں لڑنے کی ہمت نہ جٹا پائے اور قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مسلمانوں نے جواں مردی کا ثبوت پیش کیا اور سیسہ پلائی دیوار بن کر زمین میں گڑ گئے۔ قلعوں کی فصیلیں ٹوٹیں اور اسلامی شاہین کفر کے زاغوں پر جھپٹ پڑے، محمدی شیروں نے کفر کی لومڑیوں کو آڑے ہاتھوں لیا، ان کی تلواریں برقِ بے اماں بن کر کافروں کے سر پر پڑنے لگیں، یکے بعد دیگرے ان پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ان کی کمر توڑ کر رکھ دی اور ہمیشہ کے لیے ان کے غرور کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور آخر کار ''القموص'' سمیت ان کے تمام قلعوں پر مسلمان قابض ہو گئے۔

اس جنگ میں یہودیوں کے ترانوے افراد جہنم رسید ہوئے اور پندرہ مجاہدینِ

اسلام اللہ کی راہ میں شہید ہوکر پروانۂ جنت کے مستحق ٹھہرے۔

یہ لڑائی یہودیوں کے لیے نہایت تباہ کن ثابت ہوئی، ان کے کئی ناموراور بڑے بڑے سردار جن میں سیدہ صفیہؓ کا باپ، چچا، بھائی اور شوہر بھی شامل تھے مارے گئے، اور ان کے اہل وعیال جن میں سیدہ صفیہؓ بھی تھیں قید کیے گئے، یہ لڑائی یہودیوں کے لیے اس قدر تباہ کن ثابت ہوئی کہ اس کے بعد کبھی وہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے۔ (تذکار صحابیات: ۹۹)

سیدہ صفیہؓ کے خواب

حضور انور ﷺ کی زوجیت میں داخل ہونے سے قبل ہی سیدہ صفیہؓ نے کئی ایسے خواب دیکھے تھے، جن سے اس بات کی بشارت مل رہی تھی کہ وہ اُم المؤمنین کے شرف سے مشرف ہوں گی۔

سیدہ صفیہؓ اپنے خواب کے متعلق خود فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا: میں اور ایک شخص جسے لوگ ''اللہ کا رسول'' کہتے ہیں، ایک ساتھ ہیں اور ایک فرشتہ ہمیں پروں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے گھر والوں کو جب یہ خواب سنایا تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا اور سخت لعن طعن کی۔ (طبقات ابن سعد ۸/ ۸۷، ازواج مطہرات ۲/ ۵۷۱)

اسی طرح حضرت عبداللہؓ کی روایت سے طبرانی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ایک نشانی دیکھی تو اس کے متعلق دریافت فرمایا: ''صفیہ! یہ کیا ہے؟'' میں نے جواب میں عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں اپنے شوہر کنانہ کی گود میں سر رکھے ہوئے سورہی تھی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند طلوع ہوا اور میری گود میں آ گرا۔ میں نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر کنانہ سے کیا تو اس نے کہا: ''ما هذا الا انك تمنين ملك الحجاز محمدا'' ترجمہ: اچھا! تو حجاز کے اس بادشاہ کی ملکہ بننے کا خواب دیکھ رہی ہے جو ابھی

ہمارے علاقہ میں خیمہ زن ہے۔ پھر اس نے جذبۂ غیرت وعداوت سے بھڑک کر میرے رخسار پر ایک ایسا طمانچہ رسید کیا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۵۶۳، ازواج مطہرات ۲/۱۷۵)

یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب حضور ﷺ جنگ سے قبل خیبر کے قریب خیمہ زن تھے۔

الغرض سیدہ صفیہؓ کو فی الجملہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آں حضرت ﷺ کی صحبت ومعیت انہیں حاصل ہوگی اور وہ اندرونی طور پر اس کی متمنی اور منتظر بھی تھیں، چنانچہ شرح زرقانی میں سیدنا حضرت انسؓ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ سے فرمایا جب وہ قیدی کی حیثیت سے دربار رسالت میں آں حضرت ﷺ کے روبرو کھڑی تھیں: "هـل لك رغبة فـيّ" ترجمہ: کیا تو مجھے پسند کرتی ہے، تو سیدہ صفیہؓ نے جواب میں عرض کیا: "لقد كنت أتمنى ذالك في الشرك فكيف اذا امكنني الله منه في الاسلام" ترجمہ: آپ کی صحبت ومعیت کی تمنا تو مجھے کفر وشرک کے زمانے سے ہی تھی اور اب تو اللہ نے مجھے اسلام کی دولت سے نواز کر اس کا موقع عنایت فرمایا تو میں اپنے آپ کو اس سے کیسے محروم رکھ سکتی ہوں۔ (شرح الزرقانی ۳/۲۳۳۔ نساء حول الرسول ﷺ: ۹۲، امہات المومنین: ۲۳۳)

سیدہ صفیہؓ دربار رسالت میں

علامہ ابن سعدؒ اپنی کتاب طبقات میں حضرت ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ اور ام سنان اسلمیہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ: جب سرور کائنات ﷺ نے خیبر فتح کر لیا، اور مال غنیمت آپ ﷺ کے ہاتھ لگا تو اسیروں میں سیدہ صفیہؓ بھی تھیں، حضور انور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو انہیں دربار رسالت میں پیش کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت بلالؓ ان کو اور ان کی ایک چچازاد بہن کو اُس راستہ سے لے کر آئے جہاں مقتولین یہود کی خون آلود لاشیں پڑی تھیں، جن میں سیدہ صفیہؓ کے باپ، شوہر اور چچا بھی تھے، یہ منظر دیکھ کر ان کی بہن کا دل کانپ اٹھا، بے قابو ہوگئی، اور آہ وزاری کرنے لگی، لیکن حضرت صفیہؓ نے

صبر وتحمل سے کام لیااور حسرت بھری نگاہ سے صرف ان کو دیکھا، لیکن ان کی جبینِ تحمل پر ادنیٰ سی شکن تک نہیں ابھری اور چپ چاپ آ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔(سیر الصحابیات:۹۳)

فخرِ دو عالم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: "انزعت منك الرحمة یا بلال حین تمر بامر آتین علی قتلی رجالھما" ترجمہ: اے بلال! کیا تمہیں رحم نہیں آیا کہ تم ان عورتوں کو ایسی جگہ سے لے کر آئے جہاں ان کے باپ، بھائی اور عزیز ترین اقربا خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ص:۶۳ ۵۔ نساء حول الرسول:۹۳۔ تذکار صحابیات:۱۱۰۰)

سیدہ صفیہؓ کا قبول اسلام

جب سرورِ کائنات ﷺ کو سیدہ صفیہؓ کے بارے میں کہا گیا کہ: یہ سیدہ ہے اور معزز ترین خاتون ہیں، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تمہیں آزاد کرتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اگر تم اسلام قبول کر لیتی ہو تو میں تمہیں عزت واحترام سے اپنے پاس رکھ لوں گا اور اگر تم اپنے آبائی مذہب پر ہی قائم رہنے کو ترجیح دیتی ہو تو تم آزادی کے ساتھ بہ رضاورغبت اپنی قوم میں واپس جاسکتی ہو۔

سیدہ صفیہؓ جواباً عرض گزار ہوئیں:

"یا رسول اللہ! لقد ھویت الاسلام وصدقت بك قبل ان تدعونی حیث صرت الی رحلك وما لی فی الیھودیة ارب ومالی فیھاوالد ولا اخ و خیرتنی الکفر والاسلام فاللہ ورسولہ احب الیّ من العتق وان ارجع الی قومی"

ترجمہ: میں نے اپنے قلب کو ایمان کے نور سے منور کر لیا اور آپ ﷺ کے اسلام کی دعوت دینے سے قبل ہی تہِ دل سے آپ ﷺ کی تصدیق کی، اب میرا یہودیوں کے ساتھ کوئی رشتہ ناتا نہیں اور نہ ہی مجھے اپنے باپ، بھائی سے کچھ لینا دینا، آپ نے مجھے کفر اور اسلام میں سے ایک چیز پسند کرنے کا اختیار دیا ہے، مجھے اللہ اور اس کا رسول سب

چیزوں سے حتیٰ کہ اپنی آزادی سے بھی زیادہ محبوب ہے، میں اپنی قوم کے پاس نہیں جانا چاہتی، میرا جینا مرنا آپ ہی کے ساتھ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود سیدہ صفیہؓ نے آں حضرت ﷺ کے نکاح میں آنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھا۔(طبقات ابن سعد ۸/۸۸)

دورانِ گفتگو فخر موجودات ﷺ نے فرمایا: "لم یزل ابوك من اشد یھود لی عداوۃ حتی قتله الله" ترجمہ: تمہارا باپ تمام یہودیوں میں میرا سب سے بڑا دشمن تھا اس کی غداری کی پاداش میں اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ سن کر سیدہ صفیہؓ نے فوراً عرض کیا: یارسول اللہ! خداوندِ کریم نے خود اپنی کتاب میں فرمایا: "ولا تزر وازرۃ وزر اخری" (الانعام) ترجمہ: کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اس لیے میرے باپ کا عمل اس کے ساتھ اور میرا عمل میرے ساتھ۔(طبقات ابن سعد ۸/۸۸)

سیدہ صفیہؓ کا یہ جواب اور اپنی صفائی میں ان کا یہ بیان اتنا وزنی اور مدلل تھا کہ آپ ﷺ نے نہ صرف ان کے ظاہری پہلو ہی کو شرفِ قبولیت بخشا؛ بلکہ ان کی زبان اور ان کے دل کی ہم آہنگی و یک رنگی کا بھی کھلے دل سے اعتراف کیا۔ چنانچہ محدثین اور سیرت نگار اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر کبھی ان کے سامنے ان کے باپ اور ان کے رشتہ داروں کی ریشہ دوانیوں اور اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں کا ذکر نہیں کیا۔

چناں چہ اسی موقع سے آں حضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنے لیے مختص فرمالیا۔

دوسری روایت کچھ محدثین سیدنا حضرت انس بن مالکؓ کے حوالہ سے اس طرح بیان کرتے ہیں (اس روایت کا ذکر صاحبِ طبقات نے بھی کیا ہے) کہ خیبر کی فتح کے بعد جب گرفتار شدہ قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایک کنیز کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا کہ وہ جسے چاہے اپنے لیے منتخب کرلیں، چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی تحویل میں

لے لیا، چونکہ وہ تمام اسیرانِ جنگ میں سب سے زیادہ ذی وقعت تھی؛ اس لیے بعض صحابۂ کرامؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! صفیہ تو قبیلہ بنو نظیر کی رئیسہ میں سے ہیں، وہ ایک سردار کی بیٹی اور ایک سردار کی بیوی ہے، خاندانی وقار و وجاہت، شرافت و نجابت ان کے چہرے سے عیاں ہے، آپ نے اسے دحیہ کلبیؓ کے حوالہ کر دیا؛ حالانکہ وہ ان کے لیے بالکل مناسب نہیں، وہ تو ہمارے آقا (آپ ﷺ) کے علاوہ کسی اور کے لائق نہیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ رئیسۂ عرب کے ساتھ دوسری عورتوں کا سا برتاؤ کرنا مناسب نہیں۔ (سیر الصحابیات: ۹۱)

بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو مع اس لڑکی کے بلاوا بھیجا اور ان کو اس کے بدلہ دوسری سات باندیاں عطا کیں جس پر وہ راضی ہو گئے، پھر آں حضرت ﷺ اور حضرت صفیہؓ کے مابین وہ گفتگو ہوئی جس کو ابھی اوپر نقل کیا گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدہ صفیہؓ کو حضرت انس بن مالکؓ کی والدۂ محترمہ حضرت ام سلیمؓ کی تحویل میں دے دیا گیا، سیدہ صفیہؓ نے انہیں کے پاس عدت گذاری۔

(طبقات ابن سعد ۸/ ۸۷)

خیبر سے روانگی

صحابہؓ میں سے ہر کسی کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کو اپنے لیے خاص کر لیا ہے، لیکن ان کی حیثیت کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ کیا وہ آپ ﷺ کی کنیز کی حیثیت سے ہیں یا شرفِ زوجیت سے بہرہ یاب ہوں گی، بالآخر لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کے لیے پردہ کا اہتمام کیا تو وہ ''ام المومنین'' کے شرف سے مشرف ہوں گی اور اگر پردہ کا اہتمام نہیں کیا تو پھر وہ کنیز ہوں گی۔

چناں چہ خیبر کے معاملات سے فارغ ہو چکنے کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا، اور سیدہ صفیہؓ کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کرانے کے لیے اپنی ران

مبارک آگے کی تا کہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر آسانی کے ساتھ سوار ہو جائیں، لیکن سیدہ صفیہؓ ایک شائستہ، مہذب اور حفظِ مراتب کے آداب سے واقفیت رکھنے والی خاتون تھیں، وہ اس بات کو کیسے گوارا کر سکتی تھیں کہ اللہ کے معزز و محترم رسول ﷺ کی مقدس رانوں پر پاؤں رکھنے کی گستاخی کی مرتکب ہو، اس لیے انکار کر دیا، پھر آپ ﷺ کے حکم و اصرار پر اپنا گھٹنا آپ ﷺ کی ران مبارک پر رکھ کر سوار ہو گئیں، آپ ﷺ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا اور خود اپنی عبا مبارک سے انہیں پردہ میں کر لیا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۸۶، ازواجِ مطہرات ۲/۱۸۴)

یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس زخم خوردہ اور بے سہارا خاتون کی قسمت کا ستارہ اوجِ ثریا پر پہنچ چکا ہے، اور وہ ''اُمّ المومنین'' کے اعزاز و اکرام سے بہرہ ور ہونے والی ہے۔

نکاح و رسمِ عروسی

خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ روانہ ہونے کے ارادہ سے نکلے، کئی منزلیں طے کر چکنے کے بعد راستہ میں مقام ''الصہبا'' پہنچ کر بحکم آقائے نامدار ﷺ حضرت انسؓ کی والدہ، محترمہ حضرت ام سلیمؓ اور ام سنانؓ نے سیدہ صفیہؓ کا دلہن کے روپ میں بناؤ سنگھار کیا، ان کے بالوں کی کنگھی و چوٹی کی اور انہیں خوشبوؤں میں بسایا، پھر رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح فرمایا۔ یہ ے ھ محرم کا مہینہ تھا، اس وقت ان کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔

اسی مقام پر رسمِ عروسی کا اہتمام کیا گیا، حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ: اُس وقت ہمارے پاس نہ خیمے تھے اور نہ قناتیں، میں نے دو کمبل اور چادریں لیں اور ایک درخت کی شاخوں پر لٹکا کر پردے کا انتظام کیا، پھر میں نے صفیہ کی کنگھی و چوٹی کی اور انہیں خوشبوؤں سے معطر کیا۔

جب آپ ﷺ خیمے میں داخل ہوئے تو سیدہ نے آگے بڑھ کر، تپاک انداز میں سرورِ کائنات ﷺ کا استقبال کیا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۸۶۔ ازواجِ مطہرات ۲/۱۸۵)

سیدہ صفیہؓ کا مہر

سرورِ کونین ﷺ کے خادمِ خاص سیدنا حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ اعتق صفیۃ وتزوجھا" ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کو آزاد کرنے کے بعد آپؐ سے نکاح فرمایا۔ ثابت بنانیؒ نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا: "ما اصدقھا" ترجمہ: آپؐ کا مہر کیا تھا، تو انہوں نے فرمایا: "نفسھا اعتقھا وتزوجھا" ترجمہ: ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار پایا۔

(طبقات ابن سعد ۸/۸۹، سوبڑی زاہدہ عورتیں اور ان کی سردار فاطمہ، الزھرا: ۱۴۷)

موہوم خطرات

مسلسل چھ سالوں تک یہودیوں کی ایذارسانی وریشہ دوانی کی بنا پر مسلمانوں کے نزدیک یہودیت کا لفظ اس قدر ناپسندیدہ بن چکا تھا کہ وہ اسے سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے، وہ اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر اس امر کا یقین کر چکے تھے کہ یہودیوں کا کوئی بھی فرد خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان بالکل ناقابلِ اعتماد ہے، چونکہ حضرت صفیہؓ کا تعلق بھی اس خاندان سے تھا اور وہ اس وقت ایک ستم رسیدہ خاتون بھی تھیں، ان کا باپ، چچا، بھائی، شوہر سب کے سب باطل کی پیروی کرتے ہوئے موجودہ شوہر محبوب کبریا ﷺ کے جاں باز سپاہیوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ چکے تھے، ایسی زخم خوردہ عورت کی طرف سے انتقامی جذبے کے تحت کسی قسم کی خطرناک کارروائی کا ارتکاب خلافِ قیاس نہیں تھا۔

سیدنا ابوایوب انصاریؓ کا پہرا دینا

شمعِ رسالت کے پروانوں کی حضورِ انور ﷺ سے محبت و الفت اور جاں نثاری کا بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب شادی کے بعد نبیٔ اکرم ﷺ سیدہ صفیہؓ کے پاس خیمے میں داخل ہوئے تو سیدنا ابوایوب انصاریؓ برہنہ تلوار ہاتھ میں لیے خیمے کے

دروازے کے قریب پہرے پر کھڑے ہو گئے اور ساری رات پہرا دیتے ہوئے جاگ کر گزار دی، صبح کو جب رحمۃ للعالمین ﷺ نے انہیں خیمے کے پاس دیکھا تو فرمایا: "ما لک یا ابا ایوب" ترجمہ: اے ابوایوب! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے محبت و عقیدت کے جذبات سے سرشار ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! خفت علیک من ہذہ المرأۃ، وکانت امرأۃ قد قتلت اباھا وزوجھا وقومھا، وکانت حدیثۃ عھد بکفر، فخفتھا علیک" ترجمہ: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو، صفیہؓ کے باپ، چچا اور شوہر وغیرہ کے ناپاک وجود سے آپ کے جانباز، وفاشعار ساتھیوں نے سینۂ گیتی کو پاک کر دیا، اور صفیہ کو کفر کی گندگی سے نکلے زیادہ زمانہ نہیں ہوا، اس لیے میں آپ ﷺ کے معاملہ میں اس کی جانب سے خطرات محسوس کر رہا تھا، اسی وجہ سے پہرے پر کھڑا ہو گیا کہ اگر کچھ انہونی ہو تو فوراً آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔

آنحضرت ﷺ اپنے جاں نثار رفیق کی بات سن کر مسکرائے اور انہیں سراہتے ہوئے دعاؤں سے نوازا اور تین مرتبہ فرمایا: "اللّٰھم احفظ ابا ایوب کما بات یحفظنی" ترجمہ: خدایا! جس طرح ابوایوب نے رات بھر میری حفاظت کی ہے تو بھی اسی طرح ان کی حفاظت فرما۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام: ۵۷۵، طبقات ابن سعد ۸/۹۰، ازواج مطہرات ۲/۸۶۱)

دعوتِ ولیمہ

نکاح کے اگلے روز مقام صہبا میں ہی سرور کائنات ﷺ نے ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور اپنے فدا کار ساتھیوں کو دعوت دی، یہ ولیمہ بھی سادگی میں اپنی مثال آپ تھا۔

علامہ ابن سعد نے حضرت انسؓ کی روایت کے حوالے سے اس تقریب کا روح پرور منظر کچھ اس طرح نقل کیا ہے کہ: حضور انور ﷺ نے دوسرے دن صبح کو اعلان فرمایا: "من کان عندہ فضل زاد فلیأتنا بہ" ترجمہ: جس کے پاس زائد توشہ میں جو چیز ہو اسے لے آئے۔ اس کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے زادِ راہ لا کر چمڑے کے دسترخوان

پر ڈھیر کر دیے، پھر کھجور، پنیر اور گھی سے مالیدہ تیار کیا گیا، اسی مالیدے سے جناب رسول اکرم ﷺ نے ولیمہ کیا اور سب نے مل کر آپ ﷺ کے ساتھ خوب سیر ہو کر کھایا۔

(طبقات ابن سعد ۸/۸۸، ازواجِ مطہرات ۲/۱۸۸)

یہ اُس مقدس ہستی کے نکاح کا ولیمہ ہے جو باعثِ تکوینِ عالم ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ ولیمہ اس وقت ہو رہا تھا جب فاتحِ اعظم انخیبر سے فاتح بن کر واپس ہو رہے تھے اور وہاں کا سارا سرمایہ آپ ﷺ کے قدموں تلے ڈھیر ہو چکا تھا۔ مقامِ صہبا میں حضورِ اکرم ﷺ نے تین دن قیام فرمایا اور تینوں راتیں آپ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کے ساتھ بسر فرمائیں۔

دورانِ سفر مدارات

بلاشبہ آں حضرت ﷺ سب سے اعلیٰ اور اچھے اخلاق والے تھے، آپ ﷺ نے اچھے اخلاق اختیار کرنے کی نہ صرف تعلیم دی؛ بلکہ اس کا عملی نمونہ بن کر دنیا کو دکھایا، اثنائے راہ آپ ﷺ سیدہ صفیہؓ کے ساتھ نہایت شفقت و محبت اور انتہائی لطف و کرم کے ساتھ پیش آتے رہے۔ چناں چہ بخاری شریف میں یہ مذکور ہے کہ سفر کے درمیان جہاں کہیں پڑاؤ ہوتا اور پھر کوچ کرنے کا وقت آتا تو آں حضرت ﷺ سواری کا اونٹ بٹھا کر زمین پر بیٹھ جاتے اور سیدہ صفیہؓ آپ ﷺ کی بابرکت رانوں پر اپنا گھٹنا رکھ کر سوار ہو جاتی تھیں۔

یہ شرف بھی خاص طور پر ان ہی کو میسر ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا، ورنہ عام طور پر حضورِ اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ الگ سواری پر سوار ہوتے اور ازواجِ مطہرات الگ سواری پر سوار ہوتیں۔ اس حسنِ اخلاق اور شفقت و محبت کا کیا اثر ہوا اسے خود حضرت صفیہؓ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتی ہیں کہ:

"مارأیت قط احسن خلقا من سول الله" ترجمہ: میں نے رسول اللہ سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (صحابیات مبشرات ۱۶۴)

زرقانی میں یہ روایت مذکور ہیں کہ سیدہ صفیہؓ فرماتی ہیں: جب میں گرفتار کر کے

حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں لائی گئی تو میری نظروں میں آپ ﷺ سے زیادہ نا پسندیدہ کوئی اور شخص نہ تھا، میری آنکھوں میں نفرت وعداوت کے شعلے رقص کر رہے تھے؛ کیوں کہ میرے باپ، بھائی اور خاوند کا قتل آپ ﷺ کے رفقا کے ہاتھوں انجام پایا تھا۔ پھر آں حضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: جو کچھ تیری قوم کے ساتھ ہوا اس کا مجھے افسوس ہے، لیکن انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے، اہلِ اسلام کو اذیت دینے اور ان کا قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد جب میں نے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور سیرتِ طیبہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ جب میں اس جگہ سے اٹھی تو اس وقت آپ ﷺ کی محبت اس قدر قلب وجگر میں موجزن ہو گئی تھی کہ اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب اور پسندیدہ شخص میری نظروں میں نہیں تھا۔ (سوہنی زاہد خواتین اور ان کی سردار فاطمہ بنت محمد ﷺ: ۱۳۹)

خود اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ کا بیان ہے کہ: جب آں حضرت ﷺ مجھے خیبر سے لے کر روانہ ہوئے تو میں بار بار نیند سے بے قابو ہو جایا کرتی تھی اور میرا سر کجاوے سے لگنے لگتا تھا، تو آپ ﷺ اپنے دستِ بابرکت سے میرے سر کو سہارا دیتے تھے اور فرماتے: حیی کی بیٹی! دھیان سے سوار رہنا۔ (امہات المؤمنین: ۳۲۸، ازواجِ مطہرات حیات وخدمات: ۱۹۱)

شادی کے اسباب

نبی کریم ﷺ کی سیدہ صفیہؓ کے ساتھ شادی کرنے کی متعدد وجوہ اور اسباب ہیں:

ایک سبب تو یہ ہے کہ سیدہ صفیہؓ کی تالیفِ قلبی پیشِ نظر تھی، وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی، ان کا باپ اور خاندان جنگِ خیبر میں قتل ہو گئے تھے جس کا ان کو غم تھا، آپ ﷺ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے پر غم کافور ہو گیا۔

ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں اعزاز سے نوازا جائے؛ کیوں کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھی، ان کی ہمت افزائی اسی میں تھی کہ انہیں ممتاز مقام پر فائز کیا جائے۔

اور ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس رشتے کے بعد بنونظیر اور بنوقریظہ کے دلوں میں اسلام کے بارے میں نرم گوشہ پیدا ہو جائے گا۔ چناں چہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ ایک اسی شادی سے مذکورہ تمام فوائد حاصل ہوئے جن کا ادراک دانشمند لوگوں کو ہی میسر ہوتا ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۴۵۸)

باہمی الفت ومحبت

حضرت انس بن مالکؓ کی والدۂ محترمہ حضرت ام سلیمؓ نے شب عروسی کی صبح کو اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ سے پوچھا کہ: تم نے رسول اللہ کو کیسا پایا؟، وہ بولیں: "انه سرّ بي ولم ينم تلك الليلة ولم يزل يتحدث معي" ترجمہ: آپ ﷺ مجھ سے بے حد خوش تھے، آپ ﷺ سوئے نہیں؛ بلکہ مجھ سے پوری رات باتیں کرتے رہے، اور میرے غم زدہ دل کے زخموں کو اپنی رحمت وشفقت کے مرہم سے مندمل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔

دورانِ گفتگو امّ المؤمنینؓ نے یہ بھی بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

"ما حملك على الذي صنعت حين اردت ان انزل المنزل الأول فادخل بك"

ترجمہ: تم سے جب پہلی منزل (مقام تبار) پر رسم عروسی کے لیے کہا گیا تو تم نے کیوں انکار کر دیا؟ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ مقام خیبر سے چھ منزل کے فاصلے پر تھا، مجھے اس بات کا ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہودیوں کی جانب سے آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، اس لیے میں یہ چاہتی تھی کہ میں اور آپ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے دور ہو جائیں۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ بے حد مسرور ہوئے اور میری خیر اندیشی کی تحسین فرمائی، اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی نگاہ میں میری قدر ومنزلت اور بڑھ گئی۔

(طبقات ابن سعد ۸/ ۸۷، ازواجِ مطہرات ۲/ ۱۸۷)

مدینہ کی طرف روانگی

دو تین دن مقامِ صہبا میں قیام فرمانے کے بعد نبی آخر الزماں ﷺ نے مدینہ کوچ

کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: ہماری یہ عادت رہی کہ جب بھی ہم سفر سے مدینہ کی طرف لوٹتے تو ہم اپنے محبوب شہر کو قریب سے دیکھ کر خوشی کے مارے اپنی سواریوں کو تیز کر دیتے، خیبر سے واپسی پر بھی ہم نے ایسا ہی کیا، رسول اللہ ﷺ اور اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ ایک ساتھ سوار تھے، میں اپنے سوتیلے والد حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ اونٹ پر ان کے پیچھے بیٹھا تھا، ہمارے اور حضور ﷺ کے اونٹ بالکل قریب قریب تھے، اتفاق سے آں حضرت ﷺ کی سواری کا پاؤں پھسل گیا اور آپ ﷺ اور اُم المؤمنینؓ دونوں گر گئے، حضرت ابوطلحہؓ فوراً دوڑ کر آپ کے پاس پہنچے اور دریافت کیا:

"یارسول الله! هل ضارك شيء؟" ترجمہ: آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟

آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "نہیں میں ٹھیک ہوں، البتہ تم عورت (صفیہ) کی خبر لو"، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے چہرہ پر چادر ڈالی اور اُم المؤمنین کے قریب جا کر ان پر چادر ڈال دی، پھر وہ کھڑی ہوگئیں اور کہا: "مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی"، پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے کھڑے ہوگئے، سیدہ صفیہؓ کو اپنی سواری پر بٹھایا اور خود بھی سوار ہوگئے۔

پھر ہم سب مدینہ کی طرف چل پڑے، جب ہم مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے: "آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" ترجمہ: ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے ہیں، اس کی ثناخوانی کرنے والے ہیں۔

یہ کلمات کہتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۸/ ۸۸-۸۹)

مدینہ میں آمد

مجاہدینِ اسلام اپنے سپہ سالار، خاتم النبیین کی قیادت میں خیبر فتح کر کے اپنے محبوب شہر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، ان کے آنے کی اطلاع کسی نے باشندگانِ مدینہ کو دے دی تو لوگ جوق در جوق ان کے استقبال کے لیے نکل آئے، پورا مدینہ مارے

خوشی کے جھوم رہا تھا، مدینہ کے گلی کوچوں میں خوشی کے شادیانے بج رہے تھے، خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، ہر ایمان والے کا دل فرحت و مسرت میں ڈوبا ہوا تھا، چہروں سے انبساط کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، گویا مسرتوں کا ایک جہاں ان کے دامن میں سمٹ آیا، اور دوسری طرف منافقوں کا یہ حال تھا کہ ان کے چہرے پھیکے پڑ گئے تھے اور کیوں نہ پڑتے کہ جھٹکا ہی کچھ ایسا تھا۔

حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے آشیانے میں

حضرت حارثہ بن نعمان انصاریؓ حضور ﷺ کے نہایت جاں نثار و وفا شعار صحابی تھے، اللہ رب العزت نے ان کو مال و دولت سے بھی نوازا تھا، ایسے موقع پر وہ سبقت لے جایا کرتے تھے، آپ ﷺ کی ضروریات کا خیال رکھنا اپنے لیے سعادتِ دارین اور باعثِ نجات سمجھتے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: ۱۰۰ جنتی صحابہ، ص ۲۹۴ تا ص ۳۲۸، ناشر: شعبہ تقریر و تحریر جامعۃ المدینہ)

اس وقت بھی ان ہی کا ایثار کام آیا اور انھوں نے اپنے دروازے آں حضرت ﷺ کے لیے کھول دیے، سیدہ صفیہؓ کچھ عرصے تک آپؓ کے مکان پر ہی مقیم رہیں۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

تم نے اس کو کیسا پایا؟

مدینہ کی مسلم خواتین کو اس پُر مسرت موقع پر اس خبر نے حیرت و تعجب میں ڈال دیا کہ حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ اب ان کے سالارِ اعظم ﷺ کی زوجۂ محترمہ بن کر ان کے پاس آ رہی ہے، یہ سترہ سالہ خاتون ان کے لیے اجنبی نہیں تھی، وہ ان ہی کے شہر میں پلی اور بڑھی تھی ان کی خوبصورتی اور حسن و جمال کا چرچا پورے مدینہ میں تھا۔ اپنے سربراہِ اعظم ﷺ کی نئی نویلی دلہن کو دیکھنے کے لیے اطراف مدینہ سے جوق در جوق عورتیں آئیں، ان میں چار ازواجِ مطہرات: سیدہ زینب بنتِ جحشؓ، سیدہ عائشہؓ، سیدہ

حفصہ، سیدہ جویریہ بھی نقاب اوڑھے ہوئے تھیں، جب وہ دیکھ کر جانے لگیں تو آں حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کو پہچان لیا اور ان سے پوچھا: "کیف رأیتها یا عائشة" ترجمہ: اے عائشہ! تم نے اس کو کیسا پایا، تو وہ مارے غیرت کے بول اٹھیں: "رأیت یہودیة" ترجمہ: میں نے ایک یہودی عورت کو دیکھا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لاتقولی هذا فانها أسلمت وحسن اسلامها" ترجمہ: ایسا مت کہو وہ اسلام قبول کر چکی ہے اور ان کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔ (طبقات ابن سعد ۹۰/۸، بحوالہ رسول ﷺ ۹۲)

حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت

۱۰ھ میں جب نبی آخر الزماں ﷺ نے حج بیت اللہ کی ادائیگی کا فریضہ انجام دیا تو دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں اور خدا کے آخری اور محبوب رسول ﷺ کی رفاقت میں حج و عمرہ کی بے کراں سعادت سے بہرہ یاب ہوئیں، انہوں نے جملہ مناسکِ حج کے متعلق حضور انور ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کی ہدایات کو پوری طرح اپنی ذہن میں محفوظ کرلیا؛ تاکہ وہ امتِ مسلمہ کی خواتین کو پورے شرحِ صدر کے ساتھ ان کی تعلیم دے سکیں۔ (ازواجِ مطہرات ۱۹۹/۲)

حلیۂ مبارکہ

سیدہ صفیہ قدرے کوتاہ قامت؛ مگر نہایت حسین و خوبصورت تھیں، مسلم شریف کی روایت میں آپ کے لیے "جاریة جمیلة" کا جملہ مذکور ہے۔

آپؓ کی رہائش

دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ کے لیے ایک علاحدہ حجرہ مسجدِ نبوی کے قریب تیار کیا گیا جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا، بادشاہ یہود کی بیٹی جو عالیشان اور پُر تعیش محلات میں رہنے کی عادی تھی وہ مضبوط و مستحکم، خوش رنگ اور دیدہ ذیب عمارتیں

اس کے دل اور اس کی روح کو سکون واطمینان کی دولت مہیا کرنے سے قاصر رہیں، لیکن اس مختصر سے کچے حجرے میں قلب وروح کی سکینت وطمانیت کا پورا پورا سامان موجود تھا۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۹۱)

اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ مبارکہ

مجسمۂ اخلاق اور سرچشمۂ کمالات پیارے نبی ﷺ کی ہر آن دید ار وزیارت اور ہمہ دم معیت ورفاقت نے اُمّ المومنین سیدہ صفیہؓ کو شمائلِ حمیدہ اور خصائلِ حسنہ کا ایسا حسین گلدستہ بنا دیا تھا جس میں قسم قسم کے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے، آپؓ کا دامن اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا، حبِّ رسول، صدق، وفا شعاری، احسان پذیری اور صاف گوئی ان کے مخصوص اوصاف تھے، آپ عاقلہ، فاضلہ، حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل، سیر چشم، ذاکرہ اور صبر وتحمل کی پیکر تھیں، آپ نے عفو ودرگذر، مظلوموں کی مدد واعانت، صلہ رحمی اور صدقات وخیرات کی دولت سے بھی وافر حصہ پایا تھا۔

صاحبِ اصابہ تحریر فرماتے ہیں: "كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة"

ترجمہ: صفیہؓ عاقلہ، فاضلہ، حلیم وبردبار تھیں۔

علامہ ذہبیؒ۔ جو فنِ اسماء الرجال میں گراں قدر مقام رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں اُمّ المومنینؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "كانت شريفة عاقلة ذات حسب وجمال ودين وكانت ذات حلم ووقار" ترجمہ: وہ شریفہ، عقلمند، خاندانی، خوبصورت، دین دار، بردبار، اور باوقار خاتون تھیں۔ (صحابیات مبشرات ۱۶۱)

آپؓ کے محاسن اور اخلاق کو بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی رقمطراز ہیں:

"كانت عاقلة من عقلاء النساء"

ترجمہ: وہ عقل مند خاتونوں میں بہت ہی زیادہ عقلمند تھیں۔

سخاوت وفیاضی

سیدہ صفیہؓ بہت سخی اور نہایت فیاض واقع ہوئی تھیں۔ چنانچہ زرقانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سردارِ دو جہاں ﷺ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ جب پہلی مرتبہ سیدہ صفیہؓ کی ملاقات کے لیے تشریف لائیں تو آپؓ نے اپنے محبوب ﷺ کی شہزادی کے ساتھ بخشش و مروّت سے بھرپور سلوک کیا اور اپنے کانوں سے بیش قیمتی طلائی جھمکے اتار کر انہیں بطور تحفہ دیدیے اور ان کے ساتھ آنے والی خواتین کو بھی کوئی نہ کوئی زیور عنایت فرمایا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۹۱، ازواجِ مطہرات ۲/۱۹۰، سیر الصحابیات ۹۳، تذکار صحابیات ۱۰۱)

بخاری شریف میں اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے کہ: ''عمدہ اور مزیدار کھانا تیار کرنے میں صفیہؓ سے بڑھ کر میں نے اور عورت کو نہیں دیکھا'' بخاری اور نسائی کی روایت میں ہے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ دوسری ازواجِ مطہرات کے وہاں ہوتے تو سیدہ صفیہؓ لذیذ کھانا تیار کر کے بطور تحفہ بھیجا کرتی تھیں۔ (سیر الصحابیات: ۹۳)

خشیتِ الٰہی

حضورِ پُرنور ﷺ کی نظرِ کیمیا اثر سے جو نمایاں اوصاف آپ کو حاصل ہوئے ان میں سے ایک اہم وصف خوفِ خداوندی اور خشیتِ ایزدی بھی تھا، خدا کی عظمت و بزرگی اور بڑائی و کبریائی کا تصور گوشۂ خیال میں آتے ہی آپ لرزہ براندام ہو جائیں اور دل ہیبت اور ڈر کے مارے کانپ اٹھتا۔ چنانچہ اُم المؤمنینؓ کثرت سے تلاوت کیا کرتی تھیں بسا اوقات آپ کے دل پر خشیتِ الٰہی کا ایسا اثر ہوتا تھا کہ آپ زار و قطار رونا شروع کر دیتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن کچھ لوگ اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ کے حجرے میں جمع ہو کر نوافل ادا کرنے لگے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگے، سیدہ صفیہؓ نے ان سے فرمایا: یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر کی وجہ

سے تم روتے کیوں نہیں، تمہارا رونا کہاں گیا؟ (رسول اللہ کی پاکباز بیویاں ۳۶۳، صحابیات مبشرات ۱۲۵)

زہدو تقویٰ

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ زہد و تقویٰ کی صفت سے بھی خوب خوب آراستہ وپیراستہ تھیں، اور عبادت و بندگی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ حافظ ابن کثیر اپنی مشہور کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں: "وکانت من سیدات النساء عبادۃ و ورعا وزھادۃ وبرا وصدقۃ" ترجمہ: وہ زہد و تقویٰ، عبادت و بندگی اور صدقات وخیرات میں عورتوں کے درمیان سرداری کا مقام رکھتی تھیں۔ (امہات المؤمنین ۱۲۵)

سیدہ صفیہؓ کی ذکر الٰہی میں دلچسپی

ام المؤمنین سیدہ صفیہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میرے سامنے اس وقت چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں جن کے ذریعے میں تسبیح کیا کرتی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: یہ گٹھلیاں ہیں، میں ان کے ذریعے تسبیح پڑھتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس سے بہتر عمل نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور بتا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح کہا کرو: "سبحان الله عدد خلقه"۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۳۶۳)

آپ کی سیدہ صفیہؓ سے محبت ودل جوئی

محبوب کبریا ﷺ کو جس طرح دوسری ازواج مطہراتؓ سے محبت تھی، اسی طرح آپ ﷺ سیدہ صفیہؓ سے بھی غایت درجہ محبت فرماتے تھے، انہیں عزیز رکھتے، ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور ہر موقع پر ان کی دل جوئی کا پورا پورا خیال فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ کئی ازواج مطہرات تھیں ان میں سیدہ صفیہؓ بھی شامل تھیں، سوئے اتفاق سے راستہ میں آپ کا اونٹ بیمار ہو گیا اور اس قابل نہ

رہا کہ اس پر سواری کی جا سکے، جس کی وجہ سے آپؐ سخت پریشان ہوئیں، اُس وقت سیدہ زینب بنت جحشؓ کے پاس ضرورت سے زائد اونٹ موجود تھا، آں حضرت انے سیدہ زینبؓ سے فرمایا: "ان بعیرا لصفیة اعتلّ فلو اعطیتھا بعیرا من ابلك" ترجمہ: صفیہ کا اونٹ بیماری کی وجہ سے اس لائق نہیں رہا کہ اس پر سواری کی جائے؛ اس لیے اگر تم ایک اونٹ سواری کے لیے اسے دے دو تو بہتر ہوگا۔ سیدہ زینبؓ ویسے تو طبعاً سخی، فیاض اور بامروت تھیں لیکن اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا: "انا آعطی تلك الیھودیة؟" ترجمہ: میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟

سیدہ زینبؓ کا یہ انداز کلام تعلیمات الٰہی کے صریح خلاف تھا، جس کی وجہ سے حضور انور ﷺ نے اس پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا اور سیدہ زینبؓ سے بول چال بند کردی؛ بلکہ سیدہ عائشہؓ کی روایت کے مطابق جسے علامہ ابن سعد نے اپنی کتاب "طبقات" میں نقل کیا ہے قطع تعلق کا یہ سلسلہ ذی الحجہ اور محرم کے دو مہینوں پر محیط رہا، سیدہ عائشہؓ نے بڑی مشکل سے ان کی خطا معاف کروائی۔

خود سیدہ زینبؓ فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی شدت نے قریب قریب مجھے ناامید ہی کر دیا تھا، پس ایک دن اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ آں حضرت ﷺ دو پہر کے وقت میرے پاس تشریف لا رہے ہیں، جس کے بعد میں نے یہ عہد کرلیا کہ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ (طبقات ابن سعد ۸/۹۰، ازواج مطہرات ۲/۱۹۶، تذکار صحابیات: ۱۰۳)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے سیدہ صفیہؓ کے کوتاہ قامت ہونے کو ہاتھ کے اشارے سے بیان کیا، نبی کریم کو یہ بات سخت ناگوار گذری، اور آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: عائشہ! تم نے اس قدر بری بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کے کھارے پن اور کڑواہٹ پر غالب آجائے (یعنی سمندر کو بھی گدلا کردے)۔ (امہات المؤمنین: ۲۴۰)

مسندِ احمد اور ترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت سے مذکور ہے کہ سیدہ صفیہؓ تک یہ بات پہنچی کہ سیدہ حفصہؓ نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے، یہ بات سن کر وہ رونے لگیں جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا: "مایبکیك؟" ترجمہ: کیوں رو رہی ہو؟، انہوں نے بتایا کہ "قالت لی حفصه: انی بنت یهودی" ترجمہ: حفصہؓ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہہ کر پکارا ہے، تو آپ ﷺ نے دل جوئی کرتے ہوئے فرمایا: "انك لابنة نبی، وان عمك نبی، وانك لتحت نبی، ففیما تفخر علیك" ترجمہ: تم تو ایک نبی کی بیٹی ہو اور ایک نبی تمہارے چچا ہیں اور تم ایک نبی کی بیوی ہو تمہارے لیے اس سے بڑھ کر کیا اور فخر کی بات ہو سکتی ہے، پھر آں حضرت ﷺ نے سیدہ حفصہؓ سے فرمایا: "اتقی الله یا حفصة" ترجمہ: حفصہ! اللہ سے ڈرو تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ (نساء حول الرسول ﷺ: ۹۶، رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۴۵۸)

اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ کے حوالے سے یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ زینبؓ نے ان پر اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہم تمام ازواج میں سب سے افضل ہیں؛ کیوں کہ ہم آں حضرت ﷺ کی بیویاں بھی ہیں اور قرابت دار بھی، جب کہ تمہارا تعلق قوم یہود سے ہے۔ یہ بات سیدہ صفیہؓ کو نہایت ہی ناگوار گذری اور وہ کبیدہ خاطر ہو کر رونے لگیں، جب سرکارِ دو عالم ﷺ گھر تشریف لائے اور ان کو روتے ہوئے دیکھا تو ان سے رونے کی وجہ دریافت کی، سیدہ صفیہؓ نے شکایت کے انداز میں آپ ﷺ سے اس پورے واقعہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان کی دل جوئی کرتے ہوئے فرمایا: "الا قلت وکیف تکونان خیرا منی وزوجی محمد ا، وابی هارون، وعمی موسی" ترجمہ: اگر عائشہ اور زینب کو خاندانِ نبوت سے قرابت کی بنا پر فضیلت کا دعویٰ ہے تو تم نے ان سے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم میرے مقابلہ میں کیوں کر افضل ہو سکتی ہو جب کہ میرے والد ہارون، میرے چچا موسیٰ اور میرا شوہر سید الانبیاء، فخرِ

دو جہاں احمد مرتضیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ (ازواج مطہرات ۲/ ۷۔۱۹، امہات المؤمنین ۱۳۱)

اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ کا بیان ہے کہ: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ حضرت ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ تھے، سفر کے درمیان میرا اونٹ بیٹھ گیا اور میں سب سے پیچھے ہوگئی، اس کی وجہ سے میں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، آنحضرت ﷺ میرے پاس سے ہو کر گذرے اور مجھے اس حال میں دیکھا تو اپنی مبارک چادر اور بابرکت ہاتھوں سے میرے آنسو پوچھنے لگے، آپ کی شفقت و مہربانی کو دیکھ کر میں اور زیادہ رونے لگی تو آپ ﷺ نے مجھے رونے سے منع فرمایا اور خاموش رہنے کی تلقین کی۔ (امہات المؤمنین ۱۳۱)

سیدہ صفیہؓ کی حضورِ انور ﷺ سے والہانہ محبت اور تعلق

جس طرح نبیٔ آخر الزماں ﷺ کو سیدہ صفیہؓ سے غایت درجہ محبت تھی، اسی طرح سیدہ صفیہؓ بھی جنابِ مصطفیٰ ﷺ پر ہزار دل و جان سے فدا تھیں اور ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت کے لیے مستعد اور ہر گھڑی آپ ﷺ پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہتی تھیں، ان کے محرابِ جگر میں عشق کے فانوس اور محبت کے چراغ روشن تھے، آپ ﷺ کی ہلکی سی ناراضگی اور ادنیٰ سی تکلیف سے وہ بے چین و بے قرار ہو جاتی تھیں۔

ایک دفعہ کسی بنا پر حضورِ اکرم ﷺ آپؓ سے ناراض ہو گئے، آپ کے لیے یہ ناراضگی ناقابلِ برداشت تھی، اس لیے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان سے کہا: تم یہ بات خوب جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی بھی قیمت پر کسی کو نہیں دے سکتی مگر میں آپ کو دیتی ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم رحمۃ للعالمین ﷺ کو مجھ سے راضی کروا دوگی۔ سیدہ عائشہؓ اس کام کے لیے تیار ہو گئیں، چنانچہ انہوں نے زعفران میں رنگا ہوا ایک دوپٹہ لیا اور اس پر ہلکا ہلکا پانی چھڑکا؛ تاکہ اس میں خوشبو مہک اٹھے اور ماحول کو معطر کر دے، پھر جب حضورِ انور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر دریافت فرمایا: عائشہ! آج تو تمہاری باری نہیں ہے، تم یہاں کیسے؟ سیدہ عائشہؓ نے جواب دیا: "یـا رسـول

الله! ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کو نوازتا ہے، پھر پورا ماجرا کہہ سنایا، جس پر آپ ﷺ مسکرئے اور اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ سے راضی ہو گئے۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۹۸، تذکار صحابیات: ۱۰۳)

آنحضرت ﷺ سے محبت کا ایک اور خوبصورت واقعہ مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ جب سرورِ کونین ﷺ مرض الوفات میں سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں اقامت گزیں ہو گئے تھے، تو تمام ازواجِ مطہرات، خدمت وعیادت کی غرض سے وہیں تشریف لاتیں۔ ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر آپ ﷺ بیماری کی شدت کی وجہ سے بے چین و بے قرار ہو گئے تو یہ حالت دیکھ کر اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور بے ساختہ نہایت حسرت سے پکار اٹھیں، "اما والله يا نبي الله لوددت ان الذي بك بي" ترجمہ: یا رسول اللہ! کاش! یہ تکلیف آپ کی بجائے مجھے ہو جاتی۔ اس پر دوسری ازواجِ مطہراتؓ نے ایک دوسرے کی طرف اس طرح دیکھنا شروع کر دیا کہ ان کی بات میں صداقت نہیں بلکہ محض تصنع ہے، حضورِ اکرم ﷺ کو اس کا احساس ہو گیا تو آپ نے فرمایا: "مضمضن" ترجمہ: تم سب کلی کرو، انہوں نے عرض کیا: "من اى شىء، يا نبي الله" ترجمہ: یا رسول اللہ! کیوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من تغامزكن بصاحبتكن، والله انها لصادق؟" ترجمہ: اس لیے کہ تم نے اشارۂ چشم سے ایک دوسرے کو دیکھ کر اس کی بات کو مصنوعی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، قسم بہ خدا! یہ بالکل سچ کہہ رہی ہے۔

(طبقات ابن سعد ۸/۹۱، امہات المؤمنین ۲۶۳، ازواجِ مطہرات ۲/۱۹۸)

حضرت عائشہؓ کا قولِ فیصل

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ غزوۂ خیبر کی جائیداد میں سے تمام ازواجِ مطہرات کو برابر مال تقسیم فرماتے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ بھی تمام ازواجِ مطہرات کے اخراجات

کے لیے برابر رقم فراہم کرتے رہے۔ لیکن ان کے بعد خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نے دیگر ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ، بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے، لیکن اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ اور اُم المؤمنین سیدہ جویریہ بنتِ حارثؓ کا وظیفہ چھ چھ ہزار درہم مقرر فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنا وظیفہ لینے سے انکار کردیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے دیگر ازواجِ مطہرات کا دوگنا وظیفہ ان کی ہجرت کی بنا پر مقرر کیا ہے: مگر ان دونوں نے نہیں مانا اور کہا: آپ نے ان کے مرتبہ اور مقام کو ہجرت سے ترجیح دیتے ہوئے ایسا کیا۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے امیر المؤمنینؓ کو کہلوا بھیجا کہ رسول اکرم ﷺ تو ہمیشہ ہمارے درمیان برابر سرابر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے بھی تمام ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ، بارہ ہزار درہم یکساں وظیفہ مقرر فرمادیا۔

(صحابیات مبشرات ۱۵۱)

اعتکاف کی حالت میں حضورا سے ملاقات

بخاری شریف میں سیدنا علی بن حسینؓ کے حوالہ سے یہ روایت مذکور ہے کہ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں: حضورا کرم ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں معتکف تھے، میں یہ وقتِ شام آپ ﷺ سے ملنے کے لیے گئی، تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد واپس جانے کے لیے اٹھی تو آپ ﷺ بھی رخصت کرنے کے لیے میرے ساتھ مسجد کے دروازے تک تشریف لے آئے۔ اتفاق سے دو انصاری صحابہؓ کا وہاں سے گذر ہوا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کیا اور چلنے لگے، آں حضرت ﷺ نے فرمایا :"علی رسلکما، انما ھی بنت حیی" ترجمہ: ذرا ٹھہرو، سنو! یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے۔ وہ دونوں کہنے لگے: سبحان اللہ! بھلا یہ بتلانے کی کیا ضرورت تھی! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"ان الشیطان یبلغ من ابن آدم مبلغ الدم وانی خشیت آن یقذف فی قلو بکما شیئا" ترجمہ: بلاشبہ شیطان ابن آدم کے خون میں رچ بس جاتا

ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی چیز نہ ڈال دے۔(صحابیات مبشرات ۱۹۳)

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ علمائے دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ ان سے کوئی ایسا عمل نہ ہو جائے جس کی وجہ سے عوام الناس میں شکوک وشبہات پیدا ہوں، کیوں کہ علمائے دین کے بارے میں دین کے خلاف کسی عمل کی بدگمانی کی وجہ سے ان کے علم سے کما حقہ استفادہ نہیں کیا جاسکتا، اس طرح لوگ علم سے محروم رہ جائیں گے۔(رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۲۴۲)

دل کی فیاضی اور عفوودرگذر

زرقانی اور اصابہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپؓ کے پاس ایک کنیز تھی، ایک مرتبہ اس نے خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ میں اب تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، وہ ابھی بھی ''یوم السبت'' کی تعظیم کرتی ہے اور یہودیوں سے قلبی تعلق رکھتی ہے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتی ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے ایک آدمی بھیج کر معاملہ کی تحقیق کروائی، (بعض کتابوں میں ہے کہ آپ ؓ بذاتِ خود تشریف لے گئے)

حضرت صفیہؓ نے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جب سے خدائے عز وجل نے مجھے ہفتہ کی جگہ جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے تب سے یوم السبت کی تعظیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور رہا یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ تو ان سے لگاؤ ضرور ہے، اگر چہ وہ کافر ہیں؛ مگر وہ میرے خونی رشتہ دار اور قرابت دار ہیں، مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد اُمّ المؤمنینؓ نے اس باندی سے دریافت کیا کہ: تجھے امیر المؤمنین کے پاس میرے خلاف شکایت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ تو اس نے کہا: شیطان نے مجھے پھسلا دیا۔ یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئیں اور باندی سے کہا: جا! میں نے

تجھے اللہ کے واسطے آزاد کر دیا۔ (تذکار صحابیات:۱۰۳، ازواج مطہرات ۲/۲۰۱، سیر الصحابیات:۹۳)

دل کی دردمندی

اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ کا دل خیر خواہی، ہمدردی اور سوز و گداز کے پاکیزہ جذبات سے لبریز تھا، کسی کو تکلیف و مصیبت میں دیکھ کر آپؓ کا دل بے چین و مضطرب ہو جاتا تھا اور اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے ہر ممکن کوشش فرماتیں کہ مصیبت زدہ کی مصیبت جلد از جلد ختم ہو جائے، اسی سے آپؓ کے قلبِ مضطر کو تسکین اور حقیقی مسرت حاصل ہوتی تھی۔

چناں چہ عہدِ عثمانی میں جب ۳۵ھ میں کاشانہ خلافت کا بلوائیوں نے محاصرہ کر لیا اور محاصرہ کی شدت یہاں تک بڑھ گئی کہ باہر سے کھانے پینے کا سامان اندر پہنچنا بھی مشکل ہو گیا تو اس وقت سیدہ صفیہؓ اس ضعیف العمر امیر المؤمنین کی حالت اور بے بسی و بے کسی پر تڑپ اٹھیں اور بڑی دلیری اور جرآت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امیر المؤمنین کی بھرپور امداد و اعانت کی۔

چنانچہ ایک مرتبہ وہ بہ ذات خود خچر پر سوار ہو کر اپنے غلام کنانہ کو ساتھ لیے ہوئے امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ کے مکان کی طرف چلیں، مگر اشترِ نخعی نامی ایک شخص نے اس غلام کو پہچان لیا اور آگے بڑھ کر خچر کو مارنا شروع کر دیا، حالات اتنے بگڑ گئے کہ اس باغی کا مقابلہ کرنا بڑا ہی مشکل معلوم ہونے لگا تو سیدہ صفیہؓ نے کہا: "ردونی لا یفضحنی"

ترجمہ: مجھے واپس لے چلو، ذلیل نہ ہونے دو۔ گھر آنے کے بعد سیدنا حضرت حسن بن علیؓ کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ امیر المؤمنینؓ کے یہاں خورد و نوش کا سامان پہنچاتے رہے۔ (امہات المؤمنین:۲۴۶، ازواج مطہرات ۲/۲۰۲)

طبقات ابنِ سعد میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ نے اپنے گھر اور امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے گھر کی دیوار پر لکڑی کا ایک تختہ رکھ دیا تھا جس سے آنے جانے کا ایک راستہ بن گیا تھا، چناں چہ پھر اسی راہ سے سامانِ خورد و نوش پہنچایا

کرتی تھیں۔(طبقات ابن سعد ۸/ ۹۱)

فضل وکمال

سخاوت وفیاضی، زہد وتقویٰ اور تمام تر اخلاقی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ اعلیٰ درجہ کی صاحبِ فضل وکمال بھی تھیں، علم وفضل میں سیدہ کا مقام ومرتبہ بلند وبالا تھا، حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت اُمّ المؤمنینؓ کی عمر اکیس اور بائیس سال کے درمیان تھی، قدرت نے آپ کو ذہانت وفطانت اور نکتہ سنجی ومعاملہ فہمی کے عجیب وغریب جوہر سے نوازا تھا۔

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ اور اُمّ المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کے علاوہ یہ بھی اپنے زمانے میں علم کا مرکز تھیں، مدینہ کی عورتیں تو مسائل کی توضیح وتشریح کے لیے آپؓ کی خدمت میں آتی ہی تھیں، ساتھ ہی باہر سے آنے والے وفود بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

حضرت صبیرہ بنت جعفرؓ کا بیان ہے کہ: وہ حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ ان کی خدمت میں کسی مسئلہ کے سلسلہ میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت ساری عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، ان عورتوں نے متعدد مسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کیں، ان میں سے ایک مسئلہ نبیذ کے بارے تھا، اس پر اُمّ المؤمنینؓ نے فرمایا: اہلِ عراق نبیذ کا مسئلہ عموماً پوچھتے ہیں۔معلوم ہوا کہ ان کی خدمتِ اقدس میں کوفہ کی عورتیں اکثر مسائل دریافت کرنے کے لیے آیا کرتی تھیں۔(امہات المؤمنین ۲۶۷، ازواج مطہرات ۲/ ۲۰۰)

حضور انور ﷺ سے احادیث کی روایت کرنے کی سعادت

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ نے رحمۃ للعالمین ﷺ سے نو یا دس احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے یعنی شیخین (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ) نے اپنی اپنی صحیحین

میں نقل کیا ہے اور ما بقیہ، احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

آپؓ سے احادیث نقل کرنے والوں میں آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت کنانہؓ، حضرت یزید بن معتبؓ، حضرت زین العابدین علی بن حسینؒ، حضرت اسحاق بن عبداللہ بن حارثؒ اور حضرت مسلم بن صفوانؒ جیسے جلیل المرتبت تابعین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۲۰۰، امہات المؤمنین ۲۳۹، تذکار صحابیات ۱۰۳)

وفات اور نمازِ جنازہ

اُمّ المؤمنینؓ کے سنِ وفات کے بارے میں ایک قول ۵۲ھ ہے، مگر راجح قول جو طبقات ابنِ سعد اور استیعاب کی روایت کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ اُمّ المؤمنینؓ رمضان المبارک ۵۰ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ یہ امیر معاویہؓ کا زمانہ تھا، وفات کے وقت آپؓ کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔

آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت سعید بن عاصؓ نے پڑھائی تھی اور بعض مؤرخین کے مطابق آپؓ کی نمازِ جنازہ سیدنا امیر معاویہؓ نے پڑھائی تھی، جنت البقیع میں سپردِ خاک ہوئیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۳۶۲)

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ترکہ اور وصیت

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ کا ایک ذاتی مکان تھا جسے آپؓ نے اپنی زندگی میں ہی راہِ خدا میں صدقہ کر دیا تھا۔

علامہ ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ سیدہ صفیہؓ نے اپنے پیچھے ایک لاکھ درہم کا ترکہ چھوڑا تھا، جس کی ایک تہائی (تقریباً تینتیس ہزار درہم) اپنے یہودی بھانجے کے حق میں وصیت کی تھی۔ ان کی وفات کے

بعد لوگوں نے وصیت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں تأمل سے کام لیا؛ کیوں کہ جس بھانجے کی وصیت کی تھی وہ مسلمان نہیں تھا، بات اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ تک پہنچی توانہوں نے فرمایا: "اتقوا الله واعطوه وصيته" ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔ سیدہ عائشہؓ کے اس ارشاد کے بعد وصیت کی تعمیل کر دی گئی۔ (طبقات ابن سعد ۹۲/۸)

اختتام

حضرت صفیہؓ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلو قارئین نے ملاحظہ فرمائے، آپ کی زندگی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ حق طلبی کا جوش اور سچا راستہ پانے کی تمنا ہو تو قدرت خود راستے ہموار کرتی ہے اور جادۂ حق پر قائم رہنے کے لیے نصرتِ غیبی اور تائید ایزدی شاملِ حال ہوتی ہے۔ یہی وہ سبق ہے جو اس وقت امت مسلمہ کے مرد و زن کو آپ کی زندگی پڑھ کر یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کو حضرت صفیہؓ کی مبارک زندگی پڑھنے اور پڑھ کر اسے برتنے اور عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

✿✿

ماخذ و مراجع:

(۱) السیرۃ النبویہ لابن ہشام (عربی) (۲) طبقات ابن سعد (عربی)
(۳) نساء حول الرسول ﷺ (عربی) (۴) امہات المؤمنین
(۵) ازواجِ مطہرات (۶) صحابیاتِ مبشرات
(۷) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں (۸) ازواجِ مطہرات حیات وخدمات
(۹) سو بڑی زاہد خواتین اوران کی سردار فاطمہ بنت محمد ﷺ
(۱۰) پیغمبر اسلام اور اہل بیت (۱۱) سیر الصحابیاتؓ
(۱۲) صحابیات (۱۳) سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (جلد سوم)
(۱۴) اُمّت مسلمہ کی مائیں